قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

منگل 27 اکتوبر 2020ء | 09 ربیع الاول 1441 ہجری قمری | جلد: 2 | شمارہ: 254

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَ سَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا

(الاحزاب: 57)

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

فرمان خلیفۂ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ یہ روح ہم سب میں پیدا کرے۔ ہمارے دل سے ایسا درود نکلے جو عرش پر پہنچے اور ہمیں بھی اس سے سیراب کرے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو درود پڑھتے ہیں اور بڑے درد سے پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں اس کے فیض کے نظارے بھی دکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ اس طرح درود پڑھنے والوں کی جماعت میں تعداد بڑھتی چلی جائے جس کا فائدہ جماعتی طور پر بھی ہوگا، جماعتی ترقی میں بھی ہوگا۔ حضرت مصلح موعودؓ کا ایک درود کا انداز مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ گو ہم میں سے بعض اس کے قریب قریب پڑھتے ہیں لیکن یہ ایسا انداز ہے جو میں آپ کے سامنے بھی رکھنا چاہتا ہوں جس سے درود کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذاتی محبّت میں ایک نئے رنگ میں اضافہ ہوتا ہے اور جماعتی ترقی کے لئے بھی دعا کا ادراک پیدا ہوتا ہے۔

آپ نے ایک جگہ فرمایا کہ: ’’جب ہم دوسرے کے لئے دعا کرتے ہیں تو یہ دعا ایک رنگ میں ہمارے لئے بھی بلندیٔ درجات کا موجب بنتی ہے چنانچہ ہم جب درود پڑھتے ہیں تو اس کے نتیجے میں جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات بلند ہوتے ہیں وہاں ہمارے درجات میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور اُن کو انعام مل کر پھر اُن کے واسطے سے ہم تک پہنچتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے چھلنی میں کوئی چیز ڈالو تو وہ اس میں سے نکل کر نیچے جو کپڑا پڑا ہو اس میں بھی آ گرتی ہے۔ اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے اس اُمّت کے لئے بطور چھلنی بنایا ہے۔ پہلے خدا اُن کو اپنی برکات سے حصہ دیتا ہے اور پھر وہ برکات ان کے توسّط اور ان کے طفیل سے ہمیں ملتی ہیں۔ جب ہم درود پڑھتے ہیں اور خدا تعالیٰ اس کے بدلے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج کو بلند فرماتا ہے تو لازماً خدا تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی بتاتا ہے کہ یہ تحفہ فلاں مومن کی طرف سے آیا ہے۔‘‘ (یہ درود کا تحفہ جو دل سے پڑھا گیا ہے یہ فلاں مومن کی طرف سے آیا ہے) ’’اس پر ان کے دل میں (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں) ہمارے متعلق دعا کی تحریک پیدا ہوتی ہے

بقیہ صفحہ 8 پر

فرمان رسول ﷺ

حضرت فضالہ بن عبید روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی اور دعا کرتے ہوئے کہا۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے نماز پڑھنے والے تُو نے جلدی کی۔ چاہئے کہ جب تُو نماز پڑھے اور بیٹھے تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثنا کرے۔ پھر مجھ پر درود بھیجے۔ پھر جو بھی دعا وہ چاہتا ہے مانگے۔ راوی کہتے ہیں پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَیُّھَا الْمُصَلِّی اُدْعُ تُجَبْ۔ کہ اے نماز پڑھنے والے دعا کر، قبول کی جائے گی۔

(سنن الترمذی ابواب الدعوات باب ما جاء فی جامع الصلوات عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث نمبر ۳۴۷۶)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

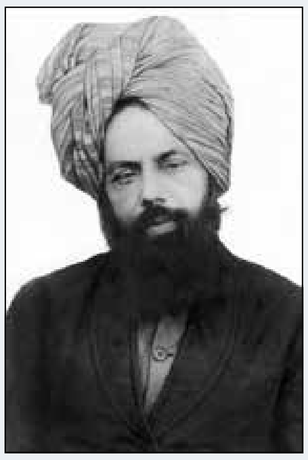

درود شریف

’’یہ زمانہ کیسا مبارک زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان پُر آشوب دنوں میں محض اپنے فضل سے ان پُر آشوب دنوں میں محض اپنے فضل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے اظہار کے لئے یہ مبارک ارادہ فرمایا کہ غیب سے اسلام کی نصرت کا انتظام فرمایا اور ایک سلسلے کو قائم کیا۔ ان لوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں جو اپنے دل میں اسلام کے لئے ایک درد رکھتے ہیں اور اس کی عزت اور وقعت ان کے دلوں میں ہے وہ بتائیں کہ کیا کوئی زمانہ اس سے بڑھ کر اسلام پر گزرا ہے جس میں اس قدر سبّ وشتم اور توہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کی گئی ہو اور قرآن شریف کی ہتک ہوئی ہو؟ پھر مجھے مسلمانوں کی حالت پر سخت افسوس اور دلی رنج ہوتا ہے اور بعض وقت میں اس درد سے بیقرار ہو جاتا ہوں کہ ان میں اتنی حِسّ بھی باقی نہیں رہی کہ اس بے عزتی کو محسوس کر لیں۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ بھی عزت اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھی جو اس قدر سبّ وشتم پر بھی وہ کوئی آسمانی سلسلہ قائم نہ کرتا۔ اور ان مخالفین اسلام کے منہ بند کر کے آپ کی عظمت اور پاکیزگی کو دنیا میں پھیلاتا۔ جبکہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں تو اس توہین کے وقت اس صلوٰۃ کا اظہار کس قدر ضروری ہے اور اس کا ظہور اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے کی صورت میں کیا ہے پس ہمارا یہ اور بھی زیادہ فرض بن جاتا ہے کہ پہلے سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں۔ پس آپ نے یہ فرمایا کہ: ’’مجھے بھیجا گیا ہے تا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر قائم کروں‘‘۔ اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دنیا کو دکھاؤں۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 13-14۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- بتاؤں تمہیں کیا کہ کیا چاہتا ہوں (منظوم)
- خاندانی منصوبہ بندی
- محترم خالد یٰسین صاحب آف ماڈل کالونی کراچی حال امریکہ کی یاد میں

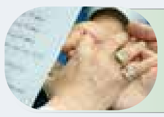

دربارِ خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

پھر خدا تعالیٰ نے دشمن کی زبان درازیوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا رویہ اختیار کرنے کا ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَاصۡبِرۡ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الۡعَزۡمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسۡتَعۡجِلۡ لَّهُمۡ۔ كَاَنَّهُمۡ يَوۡمَ يَرَوۡنَ مَا يُوۡعَدُوۡنَ لَمۡ يَلۡبَثُوۡۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنۡ نَّهَارٍ۔ بَلٰغٌ۔ فَهَلۡ يُهۡلَكُ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡفٰسِقُوۡنَ (احقاف: 36) پس صبر کر جیسے اولوا العزم رسولوں نے صبر کیا اور ان کے بارہ میں جلد بازی سے کام نہ لے۔ جس دن وہ اسے دیکھیں گے جس سے انہیں ڈرایا جاتا ہے تو یوں لگے گا جیسے دن کی ایک گھڑی سے زیادہ وہ انتظار میں نہیں رہے۔ پیغام پہنچایا جا چکا ہے۔ پس کیا بدکرداروں کے سوا بھی کوئی قوم ہلاک کی جاتی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو نظامِ نو آپ کی آمد سے جاری ہونا تھا وہ خدا تعالیٰ کی تقدیر ہے وہ جاری ہو چکا ہے۔ لیکن کامیابیوں کا بھی ایک وقت ہے۔ اس لئے صبر اور برداشت سے کام لینا چاہئے۔ اور اے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے بھی اور آپ کے ماننے والوں نے بھی اسی صبر و برداشت سے کام لینا ہے کہ یہی اولوالعزم نبیوں اور ان کے ماننے والوں کا شیوہ ہے۔ یہ سختیاں، مشکلات اور ان پر برداشت اور صبر ہی کامیابیاں دلانے کا باعث بنتا ہے اور جب کامیابیاں آئیں گی، دشمن کی پکڑ ہو گی تو تب وہ سوچے گا کہ مَیں کیا کرتا رہا، تب اسے خیال آئے گا کہ یہ دنیاوی زندگی جسے میں سب کچھ سمجھتا رہا یہ تو ایک گھڑی یا ایک گھنٹے سے زیادہ کچھ بھی نہیں تھی۔ پس جہاں تک انبیاء کے مخالفین کی پکڑ کا سوال ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ کام اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑھ کر یہی سلوک دکھایا اور آپ کے دشمنوں کو ایسا کچلا اور پیسا کہ ان کے نام و نشان کو مٹا دیا۔ پس کہاں گئے وہ آپ کے بڑے بڑے دشمن جو سردارانِ مکّہ کہلاتے تھے۔ کہاں گیا وہ بادشاہ جس نے آپ کے پکڑنے کے لئے اپنے سپاہی بھیجے تھے۔ پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تا قیامت ہے تو خدائی وعدے کے مطابق آپ کے دشمنوں کی پکڑ بھی ہر زمانے میں نشان بنتی چلی جائے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس کس طرح تنگ کیا۔ آپ کے کیا کیا نام رکھے۔ آپ کو کس طرح بدنام کرنے کی کوشش کی اس بارہ میں قرآنِ کریم ہمیں بتاتا ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَقَالُوۡا يٰۤاَيُّهَا الَّذِىۡ نُزِّلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ اِنَّكَ لَمَجۡنُوۡنٌ (الحجر: 7) اور انہوں نے کہا اے وہ شخص جس پر ذکر اتارا گیا ہے، یقیناً تو مجنون ہے۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر استہزاء ہے بلکہ کھلی کھلی ایک گالی ہے۔ مکّہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی اور اس وقت وہاں کی تقریباً ساری آبادی آپ سے یہ سلوک کرتی تھی، سوائے چند ایک نیک فطرت لوگوں کے جو ایمان لے آئے تھے۔ لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ فتح کرتے ہیں تو سب سے محبت اور شفقت کا سلوک کرتے ہیں۔ بلکہ جیسا کہ میں گزشتہ خطبہ میں بتا چکا ہوں۔ یہ لوگ صرف گالیاں دینے والے ہی نہیں تھے۔ یہ لوگ ظلم کی انتہا کرنے والے تھے۔ زبردستی جنگیں ٹھونسنے والے تھے۔ لیکن آپ نے ہر ایک سے شفقت کا سلوک فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا تھا کہ خود مَیں بدلے لوں گا۔

پھر قرآنِ کریم میں سورۃ فرقان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفۡكُ ۨافۡتَرٰٮهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيۡهِ قَوۡمٌ اٰخَرُوۡنَ فَقَدۡ جَآءُوۡ ظُلۡمًا وَّزُوۡرًا (الفرقان: 5) اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا یہ جھوٹ کے سوا کچھ نہیں جو اس نے گھڑ لیا ہے اور اس بارہ میں اس کی دوسرے لوگوں نے مدد کی ہے۔ پس یقیناً وہ سراسر ظلم اور جھوٹ بنانے والے ہیں۔ گو اس آیت میں بڑے وسیع مضمون بیان ہوئے ہیں لیکن یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ آپؐ کو دعویٰ کے بعد وہی لوگ نعوذ باللہ جھوٹا کہنے لگ گئے جو آپؐ کو سچا کہتے تھے اور ان کی زبانیں اس سے نہیں تھکتی تھیں۔ آپؐ کی سچائی اور امانت کے قائل تھے۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بارہ میں ظالموں کی ہرزہ سرائی کا قرآنِ کریم میں یوں ذکر آتا ہے۔ فرمایا کہ وَقَالَ الظّٰلِمُوۡنَ اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا (الفرقان: 9) اور ظالم کہتے ہیں کہ تم ایک ایسے آدمی کے پیچھے چل رہے ہو جو سحر زدہ ہے۔

(خطبہ جمعہ 28/ جنوری 2011ء)

بتاؤں تمہیں کیا کہ کیا چاہتا ہوں

بتاؤں تمہیں کیا کہ کیا چاہتا ہوں
ہوں بندہ مگر میں خدا چاہتا ہوں

میں اپنے سیاہ خانۂ دل کی خاطر
وفاؤں کے خالق وفا! چاہتا ہوں

جو پھر سے ہرا کردے ہر خشک پودا
چمن کے لیے وہ صبا چاہتا ہوں

مجھے بیر ہرگز نہیں ہے کسی سے
میں دنیا میں سب کا بھلا چاہتا ہوں

وہی خاک جس سے بنا میرا پتلا
میں اس خاک کو دیکھنا چاہتا ہوں

نکالا مجھے جس نے میرے چمن سے
میں اس کا بھی دل سے بھلا چاہتا ہوں

مرے بال و پر میں وہ ہمت ہے پیدا
کہ لے کر قفس کو اڑا چاہتا ہوں

کبھی جس کو رشیوں نے منہ سے لگایا
وہی جام اب میں پیا چاہتا ہوں

رقیبوں کو آرام وراحت کی خواہش
مگر میں تو کرب و بلا چاہتا ہوں

دکھائے جو ہر دم ترا حسن مجھ کو
مری جاں! میں وہ آئینہ چاہتا ہوں

کلام محمود۔ رسالہ مصباح۔ ماہ جنوری 1951ء

تبرکات حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ

خاندانی منصوبہ بندی

(قسط دوم)

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر اقوال جو عزل کے بارے میں ہیں وہ انہی تین حد بندیوں کے گرد چکر لگاتے ہیں۔یعنی یا تو وہ سفر کی حالت سے تعلق رکھتے ہیں اور یا وہ لونڈیوں کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور یا وہ مردوعورت کی زندگی کی حفاظت اور ان کی امکانی بیماری کے سدّباب سے متعلق ہیں۔

نوٹ اول: اس تعلق میں ہماری جماعت کو یاد ہو گا کہ ایک دفعہ جماعت کے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے بیرونی مبلّغوں کو نصیحت کی تھی کہ (چونکہ وہ بھی سفر کی حالت میں ہیں) وہ برتھ کنٹرول کے ذریعہ اپنی اولاد کو محدود کر سکتے ہیں۔ غالباً وہ نصیحت اسی اصول کے ماتحت کی گئی تھی۔

نوٹ ثانی: یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ لونڈیوں کے ساتھ مباشرت اس زمانہ کے حالات اور اس وقت کے دشمنانِ اسلام کے روّیہ کی وجہ سے ایک وقتی نظام تھا جو صرف جنگی قیدیوں تک محدود تھا اور آئندہ کے لئے اسلام نے کسی آزاد انسان کو غلام بنانے کی ممانعت کر دی۔ دراصل لونڈیوں کا معاملہ اس زمانہ میں ایک خاص قسم کی شادی کا رنگ رکھتا تھا جو حالات کی تبدیلی کے ساتھ ختم ہو گیا۔

(تفصیل کے لئے دیکھو خاکسار کی تصنیف ''سیرت خاتم النبیین'' حصہ دوم)

(23) آزاد بیاہتا بیویوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرط مقرر فرمائی ہے کہ ان کی اجازت کے بغیر عزل کا طریق اختیار نہ کیا جائے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ:

عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّعْزَلَ عَنِ الْحُرَّةِ اِلَّا بِاِذْنِهَا۔

(مسند احمد و ابن ماجہ کتاب النکاح باب العزل)

یعنی حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ کسی آزاد بیاہتا بیوی کی اجازت کے بغیر اس کے ساتھ عزل کا طریق اختیار نہ کیا جائے۔

اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر عورت مزید اولاد کی خواہش رکھتی ہو اور صحت وغیرہ کے لحاظ سے اس کی طاقت محسوس کرتی ہو تو اس کے متعلق اس کی مرضی کے خلاف عزل کا طریق اختیار کرنا جائز نہیں۔

(24) خوراک کی قلّت کی بحث اوپر گزر چکی ہے اب رہا ملک میں بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے جگہ کی کمی کا سوال۔ سو یہ بھی غالباً پاکستان کے موجودہ حالات میں ایک خیالی خطرہ سے زیادہ نہیں۔ کیونکہ دنیا کے بہت سے ممالک مغربی پاکستان کی نسبت بہت زیادہ گنجان آباد ہیں۔حتیٰ کہ ان کے مقابل پر مغربی پاکستان میں جگہ کی کمی کا سوال پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ذیل کا نقشہ جس میں فی مربع میل آبادی درج ہے۔ اس حقیقت کو موشگاف کرنے کے لئے کافی ہے۔ برطانیہ، بیلجیم، جرمنی، جاپان، مغربی پاکستان، سندھ

665 ,94,133,443,352,654

(ایکونامک پرابلمز آف پاکستان مصنفہ ایس عنایت حسین صفحہ 55-54)

اس نقشہ سے ظاہر ہے کہ کم از کم مغربی پاکستان اور خصوصاً سندھ میں رقبہ کے مقابل پر آبادی کا تناسب ابھی تک بہت کم ہے اور کافی توسیع کی گنجائش ہے۔ بے شک مشرقی پاکستان میں آبادی کا تناسب مغربی پاکستان کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ مگر یہ مسئلہ مشرقی پاکستان کی اکانومی کو چھوٹے رقبوں سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کے طریقِ کاشت کو جسے انگریزی میں اِنْٹَنسِو فارمنگ (Intensive farming) کہتے ہیں۔ اختیار کرنے سے حل کیا جا سکتا ہے۔ مشرقی پنجاب کے بعض علاقوں میں آرائیں قوم کے لوگ نصف ایکڑ رقبہ میں کافی بڑے بڑے خاندانوں کو پال لیتے تھے۔

اسی طرح مشرقی پاکستان کی اکانومی کو صنعت وحرفت کی طرف تھوڑا سا جھکانے سے بھی کسی قدر سہولت پیدا کی جا سکتی ہے۔ میرا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مشرقی پاکستان میں زرعی اکانومی کو صنعتی اکانومی میں بدل دیا جائے۔ ایسا کرنا بہت پیچیدگی کا موجب ہو گا۔ بلکہ مطلب صرف یہ ہے کہ اس حصہ ملک کی اکانومی کو مناسب حد تک صنعت وحرفت کی طرف جھکا کر آبادی میں بہتر توازن کی صورت پیدا کی جا سکتی ہے۔ پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مشرقی پاکستان میں آبادی کی زیادتی کے باوجود سارے پاکستان میں آبادی کا مخلوط اور مجموعی تناسب صرف 194 ہے (ایس عنایت حسین مذکور صفحہ 54) جو کئی دوسرے ملکوں کے مقابل پر کافی کم ہے اور کم از کم فی الحال تشویش کی کوئی وجہ نہیں۔

(25) اگر کسی وقت پاکستان میں جگہ کی کمی کا سوال پیدا ہوا تو اس کا ایک جزوی قسم کا حل یہ بھی ہے کہ پاکستان کے بعض لوگ انفرادی طور پر پاکستان سے منتقل ہو کر ایسے دوسرے ملکوں میں چلے جائیں جہاں زائد لوگوں کی کھپت کی گنجائش ہو۔ یہ لوگ جہاں بھی جائیں گے لازماً ان کے دلوں میں پاکستان کی محبت اور ہمدردی جاگزین رہے گی۔ اس قسم کی انفرادی ہجرت میں نہ صرف پڑھے لکھے تاجر اور صنّاع اور پیشہ ور اور کلرک ٹائپ کے لوگ حصہ لے سکتے ہیں۔ بلکہ مزدور طبقہ کے لئے بھی اس کی کافی گنجائش موجود ہے۔ یہودی قوم نے اس تدبیر سے بہت فائدہ اٹھایا ہے اور اکثر ملکوں میں اپنا ایک مخصوص مقام پیدا کر لیا ہے۔ یقیناً اپنے ہاتھ سے اپنی نسل کے ایک حصہ کو برتھ کنٹرول کے ذریعہ ضائع کرنے سے یہ بات بہت بہتر ہے کہ پاکستان کی زائد آبادی (اگر اور جب بھی اس کا وجود پیدا ہوا) فرداً فرداً اور آہستہ آہستہ بعض دوسرے ممالک میں پہنچ کر آباد ہو جائے۔ یقیناً وہ باہر جا کر اسلامی تعلیم کے ماتحت ان ملکوں کی حکومتوں کی وفادار رہے گی۔ مگر ساتھ ساتھ ان ملکوں میں پاکستان سے ہمدردی رکھنے والا ایک طبقہ بھی پیدا ہو جائے گا۔ قرآن مجید نے بھی اسی حل کی طرف ایک آیت میں ضمنی طور پر اشارہ فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً

(النسآئ: 101)

یعنی جو شخص کسی مجبوری سے خدا کی خاطر اپنا وطن بدلتا ہے وہ زمین میں بہت کامیابی اور وسعت کا سامان پائے گا۔

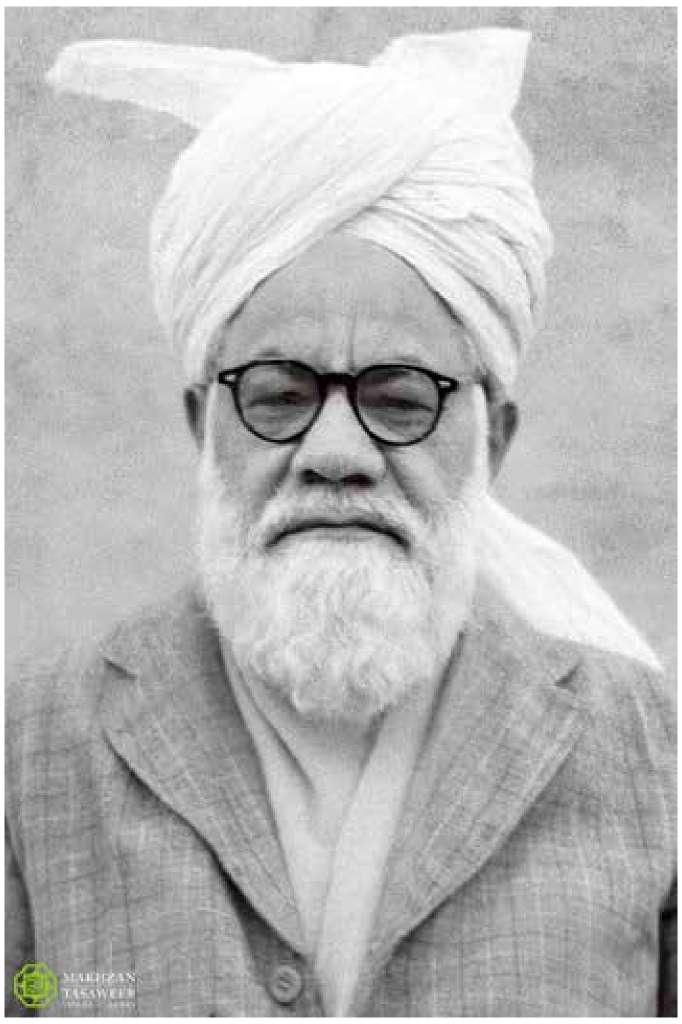

اور دوسری جگہ فرماتا ہے: اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ (الزمر: 11)

یعنی اللہ کی زمین وسیع ہے۔ اس کی تنگی کے خیال سے نہ گھبراؤ۔

(26) ماہرین آبادی کا یہ بھی خیال ہے کہ اس ملک میں آبادی کا اتنا گر جانا کہ اوسطاً فی گھر بچوں کی تعداد چار بچوں سے کم ہو جائے خطرناک ہوتا ہے اور ملک و قوم کے انحطاط کا باعث بن جاتا ہے۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا میں لکھا ہے کہ:

کسی قوم یا ملک میں آبادی کے صحیح تناسب کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک فیملی میں بچوں کی تعداد چار سے کم نہ ہو۔ بچے پیدا کرنے کے قابل ہوتے ہوئے صرف تین بچے پیدا کرنا اپنی بقا کے لئے ضروری آبادی کا صرف تین چوتھائی حصہ مہیا کرنا ہے۔

(انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا ایڈیشن 14 جلد 3 صفحہ 648 کالم نمبر 2)

اس حوالہ سے ثابت ہے کہ ایک فیملی میں یعنی ایک ماں باپ کے ہاں بچوں کی تعداد چار سے کم نہیں ہونی چاہئے (خیال رہے کہ یہاں یہ نہیں کہا گیا کہ بچوں کی تعداد چار سے زیادہ نہ ہو بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ چار سے کم نہ ہو) اور چونکہ یہ رائے ملکی اوسط کے اصول پر مبنی ہے اور ملک میں بہت سے والدین اولاد سے بالکل ہی محروم رہتے ہیں اور بعض کے صرف ایک دو بچے ہوتے ہیں اور بعض مرد اور عورتیں شادی ہی نہیں کرتیں (گو یہ بات اسلامی تعلیم کے خلاف ہے) اس لئے اگر بعض گھروں میں بچوں کی تعداد زیادہ بھی ہو جائے تو ہرگز کسی قومی خطرے یا نقصان کی صورت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اب بھی یہ بات غالباً پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ اگر اس وقت پاکستان کے سارے خاندانوں کے بچوں کی اوسط فی گھر کے حساب سے نکالی جائے تو وہ یقیناً بحیثیت مجموعی فی گھر چار بچوں سے کم ہی رہے گی۔ اندریں حالات خطرہ تو درکنار شائد موجودہ حالات میں کمی کی صورت ہی ظاہر ہو گی۔

اس جگہ یہ ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہو گا کہ چار بچوں کی اقل تعداد تو درکنار بعض ملکوں میں اس سے بہت زیادہ تعداد پسند کی جاتی ہے۔ چنانچہ فلسطین کی اسرائیلی حکومت نے ایسی عورتوں کے لئے معقول انعام مقرر کئے ہیں جو دس بچے پیدا کریں اور یہ بچے زندہ موجود ہوں۔

(رپورٹ مولانا محمد شریف سابق مبلّغ اسلام فلسطین)

(27) لیکن چونکہ بعض صورتوں میں زیادہ بچے مالی لحاظ سے واقعی بوجھ کا موجب ہو سکتے ہیں اس لئے اگر باوجود ساری باتوں کے کوئی شخص زیادہ کنبہ دار ہونے کی وجہ سے اپنی پوری کوشش کے باوجود اپنی جائز اور اقل ضروریات اپنی آمدن کے اندر پوری نہ کر سکے تو اس کے متعلق اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ ایسے لوگوں کی اقل ضروریات جو کھانے پینے اور کپڑے اور مکان سے تعلق رکھتی ہیں ان کے پورا کرنے کی ذمہ واری حکومت پر ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں ایسا ہی ہوتا تھا اور اسی اصول کے مطابق قرآن کریم فرماتا ہے کہ:

اِنَّ لَکَ اَلَّا تَجُوۡعَ فِیۡہَا وَ لَا تَعۡرٰی o وَ اَنَّکَ لَا تَظۡمَؤُا فِیۡہَا وَ لَا تَضۡحٰی (طٰہٰ: 119-120)

یعنی حقیقی بہشتی زندگی دنیا میں یہ ہے کہ اے انسان تو بھوکا نہ رہے اور نہ ہی ضروری لباس سے محروم ہو۔ اور نہ ہی سردی میں ٹھٹھرے اور نہ ہی پیاس کی تکلیف اٹھائے اور نہ ہی دھوپ کی شدت میں جلے۔

(تفصیل کے لئے دیکھو خاکسار کی تصنیف ''سیرت خاتم النبیین'' حصہ سوم)

چنانچہ مغربی دنیا کے اکثر ترقی یافتہ ملک اس ذمہ داری کو اٹھاتے ہیں اور اسلام میں زکوٰۃ کا نظام بھی اسی غرض سے مقرر کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

تُؤۡخَذُ مِنۡ اَغۡنِیَآئِہِمۡ وَتُرَدُّ اِلٰی فُقَرَآئِہِمۡ

(بخاری کتاب الزکوۃ باب وجوب الزکاۃ)

یعنی زکوۃ اس لئے مقرر کی گئی ہے کہ امیروں سے ان کی دولت کا کچھ حصہ کاٹ کر غریبوں کی طرف لوٹایا جائے۔

اس حدیث میں لوٹایا جائے کے الفاظ میں یہ لطیف اشارہ مقصود ہے کہ یہ امداد غریبوں پر احسان نہیں ہے بلکہ غریبوں کا حق ہے جو ان کو ملنا چاہئے۔

(28) برتھ کنٹرول کے سوال کے ضمن میں عورتوں کی صحت اور ان کے لئے مناسب طبّی امداد کا سوال بھی آتا ہے۔ اسی طرح غریب ماں باپ کے بچوں کی تعلیم کا سوال بھی پیدا ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کثیر التعداد عورتیں اپنی زندگیوں کو خطرہ سے بچانے اور اپنے بچوں کو خاطر خواہ تعلیم دلانے کے لئے برتھ کنٹرول کا رستہ اختیار کرنے پر مجبور ہیں۔ بادی النظر میں یہ سوال یقیناً قابلِ غور معلوم ہوتا ہے لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے جہاں تک کسی خاص فرد کی زندگی کو بچانے کا سوال ہے برتھ کنٹرول تو کُجا ڈاکٹری مشورہ سے حمل تک گرانے کی اجازت ہے۔ مگر سوچا جائے تو عام حالات میں یعنی ملکی پیمانہ پر اس کا حقیقی علاج برتھ کنٹرول نہیں ہے بلکہ طبّی امداد کی زیادہ سہولتیں مہیا کرنا اور عامۃ الناس اور خصوصاً غریبوں کے مفت علاج کا انتظام کرنا (جیسا کہ برطانیہ میں ہے) اور دوائیوں کی قیمتوں کو گرانا اصل علاج ہے۔ اسی طرح نادار والدین کے ذہین اور ہونہار بچوں کے لئے ابتداء سے ہی زیادہ فراخ دلی اور زیادہ کثرت کے ساتھ تعلیمی وظائف منظور کرنے اور فنّی تعلیم سے مناسبت رکھنے والے طلباء کو فنّی تعلیم دلانے اور سائنس کے علوم کو ترقی دینے سے بھی ملکی آبادی کے مسائل کے حل میں بھاری مدد مل سکتی ہے۔ قرآن مجید نے غریبوں اور یتیموں کی امداد کے لئے غیر معمولی طور پر تاکیدی احکام اسی غرض سے جاری کئے ہیں۔ اور جاننا چاہئے کہ سائنس کی تعلیم دین کے خلاف نہیں ہے بلکہ جس طرح شریعت خدا کا قول ہے اسی طرح سائنس خدا کا فعل ہے اور دونوں میں کوئی تضاد ممکن نہیں۔ اور اگر کسی حصہ میں تضاد نظر آتا ہے تو وہ یقیناً ہماری سمجھ کی غلطی ہے۔

(29) یہ سب جائز اور مناسب بلکہ ضروری طریقے ہیں۔ مگر برتھ کنٹرول کے ذریعہ اپنی نسل کو کاٹنا جن میں سے بعض پیدا ہونے والے بچے بالقوّہ طور پر غیر معمولی قویٰ کے حامل نکل سکتے ہیں کسی طرح درست اور مناسب نظر نہیں آتا۔ علاوہ ازیں برتھ کنٹرول کا طریقہ اس لحاظ سے بھی اعتراض کے نیچے آتا ہے کہ وہ ایک ایسی شاخ تراشی یعنی پرونگ Pruning کا رنگ رکھتا ہے جس میں شاخ کاٹنے والا بلا لحاظ اچھا یا بُری اور بلا لحاظ تندرست یا بیمار شاخ کے یونہی اندھا دھند شاخیں کاٹتا چلا جاتا ہے۔ تجربہ اور مشاہدہ سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ مختلف انسانوں کے جسمانی اور دماغی قویٰ میں پیدائشی طور پر فرق ہوا کرتا ہے۔ یعنی بعض اوقات ایک ماں باپ کا بچہ کند ذہن اور ادنیٰ دماغی طاقتوں والا نکلتا ہے۔ اور دوسرے ماں باپ کا بچہ بلکہ بعض اوقات انہی ماں باپ کا دوسرا بچہ ایسے اعلیٰ قویٰ لے کر پیدا ہوتا ہے کہ گویا گھر میں ایک سورج چڑھ آیا ہے۔ ایک بچہ رینگنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا اور دوسرا بچہ فضا کی پرواز میں شاہین اور عقاب کو مات کرتا ہے۔ لیکن برتھ کنٹرول کی اندھی چھری کو ان دونوں قسم کے بچوں میں امتیاز کرنے کی کوئی صلاحیت حاصل نہیں ہوتی۔ بالکل ممکن ہے کہ برتھ کنٹرول کی چھری ایک اعلیٰ دماغی طاقتوں والے آفتابی بچے کو قبل پیدائش ہی ذبح کر کے رکھ دے۔ اور ایک کند ذہن بچے بلکہ ایک نیم مجنون اور شاہ دولے کے چوہے کی پیدائش کا رستہ کھول دے۔ اس کے مقابل پر جو قانون خدا نے نیچر میں جاری فرمایا ہے جسے انگریزی میں سروائیول آف دی فِٹسٹ (Survival of the fittest) کہتے ہیں۔ وہ ایک بینا اور عاقل سرجن کا رنگ رکھتا ہے جو صرف کمزور شاخ کو کاٹتا اور بڑھنے والی اور پھل دینے والی شاخوں کے پنپنے کا رستہ کھولتا ہے۔ اس لئے وہی اس بات کا حق دار ہے کہ اسے اختیار کیا جائے۔ قرآن مجید نے بھی اسی اصول کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذۡہَبُ جُفَآءً ۚ وَ اَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ (الرعد:18)

یعنی خدا کا یہ قانون ہے کہ سطحی قسم کی ناکارہ جھاگ تو جلد بیٹھ کر ختم ہو جاتی ہے مگر جو چیز لوگوں کو نفع پہنچانے والی ہو وہ قائم رہتی ہے۔

مگر افسوس ہے کہ آج کل اکثر لوگ خدا کے بینا قانون کو چھوڑ کر اپنے اندھے قانون کے ذریعہ کتنے چمکنے والے آفتابی بچوں کے جان لیوا ثابت ہو رہے ہیں۔ بیشک جیسا کہ میں اوپر کہہ چکا ہوں انبیاء کی پیدائش خدا کی خاص تقدیر یعنی سپیشل ڈگری کے ماتحت ہوا کرتی ہے مگر میں بعض اوقات عمومی رنگ میں سوچا کرتا ہوں کہ اگر نبیوں کی پیدائش بھی عام قانون کے ماتحت ہوا کرتی تو شاید برتھ کنٹرول کی اندھی چھری کی وجہ سے بعض نبی بھی اس کا شکار ہو جاتے اور اس صورت میں دنیا کتنے روحانی خزائن سے محروم ہو جاتی۔ مگر ہمیں اتنی دور جانے کی ضرورت نہیں اگر بالفرض بانی پاکستان یعنی قائد اعظم کا قیمتی وجود ہی برتھ کنٹرول کا شکار ہو جاتا تو پاکستان کہاں ہوتا؟ یا اگر امریکہ میں جارج واشنگٹن اور ابراہام لنکن برتھ کنٹرول کی بھینٹ چڑھ جاتے تو بظاہر صورت ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا کیا حشر ہوتا؟ سوچو اور غور کرو! ہاں پھر سوچو اور غور کرو!!

(30) شائد اس جگہ کسی شخص کے دل میں یہ شبہ گزرے کہ بے شک برتھ کنٹرول ایک اندھی چھری ہے مگر جس طرح اس کے ذریعہ بعض اعلیٰ قویٰ رکھنے والی نیک اور اصلاحی روحوں کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے اسی طرح اس کی وجہ سے بعض بُری اور فسادی روحوں کے کٹ جانے کا بھی تو امکان ہے۔ اور اس طرح دونوں طرف کے امکان سے یہ معاملہ گویا سمویا جاتا ہے اور کسی خاص خطرے کی صورت پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن اگر غور کیا جائے کہ یہ دلیل سراسر کوتاہ بینی اور انسانی فطرت کے غلط مطالعہ پر مبنی ہے۔ کیونکہ اصل اور فطری چیز نیکی ہے جسے مثبت نوعیت حاصل ہے۔ اور بدی صرف غیر فطری اور منفی قسم کی چیز ہے۔ اس لئے بہر حال نیکی کے پہلو کو ترجیح حاصل رہے گی۔ غالباً کوئی عقل مند انسان ایسا نہیں مل سکتا جو اس خیال پر تسلی پا سکے کہ بے شک دنیا میں اعلیٰ قویٰ کے نیک اور مصلح لوگ نہ پیدا ہوں مگر بہر حال بدوں کی پیدائش کا رستہ بند ہونا چاہئے۔ روشنی اندھیرے کو دور کیا کرتی ہے اندھیرا روشنی کو دور نہیں کرتا۔ اسی لئے اسلام نے بدی کے استیصال کی نسبت نیکی کے قیام پر زیادہ زور دیا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:

اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡہِبۡنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِکَ ذِکۡرٰی لِلذّٰکِرِیۡنَ (ھود: 115)

یعنی نیکیوں کو یہ طاقت حاصل ہے کہ وہ بدیوں کو بہا کر لے جاتی ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے والوں کے لئے یاد رکھنے کے قابل ہے۔

(31) پھر اگر غور کیا جائے تو برتھ کنٹرول یعنی ضبطِ تولید کے معنی دراصل یہ بنتے ہیں کہ وہ لوگ جو اس وقت دنیا میں پیدا ہو کر زندگی گزار رہے ہیں وہ تو زندگی کے مزے لوٹیں اور جو نسل ابھی پیدا نہیں ہوئی اس کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اس کا گلا گھونٹ دیا جائے۔ یہ تو وہی بات ہوئی جو بعض ریل میں بیٹھنے والے کم ظرف مسافر کیا کرتے ہیں کہ جب وہ آرام سے کسی ڈبہ میں گھس کر اپنی سیٹوں پر قابض ہو جاتے ہیں تو پھر اندر سے دروازہ بند کر کے باہر سے داخل ہونے والوں کے لئے رستہ سر بمہر یعنی سیل (Seal) کر دیتے ہیں۔ گویا کہ ریل صرف انہی کے لئے بنی ہے اور بعد میں آنے والے اس کے حق دار نہیں۔

(32) جیسا کہ قرآن شریف کی سورۃ انعام آیت 152 میں اشارہ کیا گیا ہے۔ ضبطِ تولید اور برتھ کنٹرول کے ذریعہ بے اصول لوگوں کے لئے (نہ کہ نعوذ باللہ سب کے لئے) عیاشی اور بے حیائی کا رستہ بھی کھلتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جنسی آزادی اور بے راہ روی کے رستہ میں سب سے بڑی روک بدنامی کا ڈر ہوا کرتی ہے یعنی اس لغزش میں مبتلا ہونے والوں میں یہ طبعی ڈر اور خوف ہوتا ہے کہ اگر ہمارا راز فاش ہو گیا تو سوسائٹی میں ہماری ناک کٹ جائے گی۔ لیکن برتھ کنٹرول کے ذرائع کے عام ہونے اور اس بارے میں سہولتیں مہیا ہونے کے نتیجہ میں یہ ڈر لازماً جاتا رہتا ہے یا بہت کم ہو جاتا ہے اور گویا بے اصول اور غیر شریف لوگوں کو ایک کھلی رسّی مل جاتی ہے کہ ہم جہاں چاہیں منہ کالا کرتے پھریں پھر بھی ہم محفوظ رہیں گے۔ اور اس صورتِ حال کا نتیجہ ظاہر ہے بعض مغربی ممالک میں زنا اور عیاشی اور بے حیائی اور ناجائز ولادت کے پھیلنے کا زیادہ تر یہی سبب بنا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید نے کمال حکمت سے فرمایا ہے کہ:

وَ لَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَکُمۡ مِّنۡ اِمۡلَاقٍ ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُکُمۡ وَ اِیَّاہُمۡ ۚ وَ لَا تَقۡرَبُوا الۡفَوَاحِشَ مَا ظَہَرَ مِنۡہَا وَ مَا بَطَنَ (الانعام:152)

یعنی اپنی اولادوں کو غربت اور تنگی کی وجہ سے قتل نہ کرو۔ تمہیں اور تمہاری اولادوں کو رزق دینے والے ہم ہیں۔ اور دیکھو اس ذریعہ سے بے حیائی پیدا ہونے کا بھی خطرہ ہے اور تمہیں بے حیائی کے قریب تک نہیں

جانا چاہئے خواہ کوئی بے حیائی ظاہر میں نظر آنے والی ہو یا کہ پوشیدہ ہو۔

(33) پھر برتھ کنٹرول اور ضبطِ تولید کے نقصانات کے متعلق ماہرین کی یہ بھی رائے ہے کہ:

بعض صورتوں میں برتھ کنٹرول کے نتائج خطرناک نکلتے ہیں۔سکونِ قلب جاتا رہتا ہے۔نفسیاتی ہیجان پیدا ہو جاتا ہے۔اعصابی بے چینی رہنے لگتی ہے۔ نیند اُڑ جاتی ہے۔ انسان مراق اور ہسٹیریا کا شکار رہنے لگتا ہے۔ دماغی توازن اکھڑ جاتا ہے۔عورتیں بانجھ ہو جاتی ہیں اور مردوں کی قوت مردی زائل ہو جاتی ہے۔

”فیملی پلیننگ“ (Family planning) مصنفہ ڈاکٹر ستیاوتی کے صفحات 70 و 77 و 80 کے متفرق نوٹوں میں۔ نیز ”پاکستان ٹائمز“ مورخہ 21 ستمبر 1959ء صفحہ 4)

پھر انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں برتھ کنٹرول والے نوٹ کے آخر میں لکھا ہے کہ:

اولاد محض خواہش کے نتیجہ میں نہیں مل جایا کرتی (بلکہ اس کے لئے نیچر کے بھی بعض قوانین اور حد بندیاں مقرر ہیں) کئی خاوند بیوی ایسے دیکھے گئے ہیں جنہوں نے اپنی متاہل زندگی کے شروع میں برتھ کنٹرول پر عمل کیا مگر پھر بعد میں اولاد کی خواہش اور کوشش کے باوجود آخر عمر تک بے اولاد رہے اور اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھے۔

(انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا ایڈیشن 14 جلد 3 زیرِ آرٹیکل برتھ کنٹرول)

(34) عورتوں میں برتھ کنٹرول کی خواہش زیادہ تر اپنے حسن وجمال کو برقرار رکھنے اور اسے ترقی دینے کے خیال سے ہوا کرتی ہے۔اور یا اس کی تہہ میں بے فکری اور آزادی کی زندگی گزارنے کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔اسی لئے برتھ کنٹرول پر عمل اور اس کا چرچا زیادہ تر متموّل طبقہ میں پایا جاتا ہے مگر آخر غرباء کے طبقہ کی لی جاتی ہے۔لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر ایک طرف پاکستانی عورتوں کو برتھ کنٹرول کے امکانی نقصانات کا احساس پیدا کرایا جائے اور دوسری طرف گھریلو زندگی کی اہم ذمہ داریوں کا جذبہ اجاگر کیا جائے تو پاکستان کی باشعور خواتین سے بعید نہیں کہ وہ چوکس ہو کر اپنے خیالات میں کسی قدر تبدیلی کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گی۔صحت بے شک ایک ضروری چیز ہے اور اگر زندگی کو خطرہ ہو تو برتھ کنٹرول تو کیا ڈاکٹری ہدایت کے ماتحت حمل بھی گرایا جا سکتا ہے۔لیکن یونہی ظاہری اور عارضی ٹیپ ٹاپ کے خیال کی بناء پر مسلمان عورتوں کے لئے اپنی نسل کو ضائع کرنا ہرگز دانشمندی کا طریق نہیں۔کون کہہ سکتا ہے کہ جو بچہ برتھ کنٹرول کے ذریعہ ضائع کیا جارہا ہے وہ کس شان کا نکلنے والا ہے؟ یا اگر خدانخواستہ موجودہ اولاد فوت ہو جائے تو کون جانتا ہے کہ اس کے بعد اولاد کا سلسلہ بند ہو جانے کے نتیجہ میں کتنی حسرت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

(35) پھر ملکوں اور قوموں کے حالات میں اتار چڑھاؤ بھی ہوتا رہتا ہے۔آج اگر کسی وجہ سے کسی ملک میں آبادی کی کثرت محسوس کی جارہی ہے تو کل کو ایسے حالات پیدا ہو سکتے ہیں کہ اسی ملک میں زیادہ آبادی کی ضرورت محسوس ہونے لگے اور آبادی کی کمی وبالِ جان بن جائے۔ جرمنی میں برتھ کنٹرول کے ذریعہ آبادی کو گرایا گیا۔مگر بہت جلد ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ نازی حکومت کو آبادی بڑھانے کی غرض سے جرمن نوجوانوں کو شادیوں کی تحریک کرنے کے لئے انعام دینے پڑے اور زیادہ بچے پیدا کرنے کی غرض سے جرمن عورتوں کی بھی غیر معمولی ہمت افزائی کی گئی (معین حوالہ تلاش کیا جارہا ہے)۔ اسی طرح مارشل پیٹان کا مشہور قول ہے کہ فرانس کو جرمنی کے مقابل پر جنگ میں زیادہ تر اس لئے مغلوب ہونا پڑا کہ فرانس میں نوجوانوں کی تعداد (برتھ کنٹرول کی وجہ سے) بہت گر گئی تھی۔ غالباً ان کے الفاظ یہ تھے کہ ”ٹو فیو چلڈرن“ (Too few children) یعنی فرانس میں ملکی ضرورت سے کم نوجوان رہ گئے تھے۔ (متعین حوالہ تلاش کیا جارہا ہے) بلکہ آج ہی اخباروں میں کینیڈا کی رکن پارلیمنٹ مارگرٹ ایٹکن کا بیان چھپا ہے جو اس خاتون نے عوامی چین کے دورے کے بعد دیا ہے۔ اس بیان میں مارگرٹ ایٹکن فرماتی ہیں کہ:

”سرخ چین میں ضبطِ تولید کو اچھا نہیں سمجھا جاتا بلکہ اس کی مخالفت کی جاتی ہے۔ چین میں کمیونسٹوں کے برسرِاقتدار آنے کے بعد ملک میں خاندانی منصوبہ بندی کے مراکز قائم کئے گئے تھے لیکن اب ان کو بند کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ چین دنیا بھر کے ملکوں میں سب سے زیادہ آباد ملک ہے۔“

(نوائے وقت تاریخ 4 نومبر 1959ء)

بہر حال کئی ملک برتھ کنٹرول کے تجربہ کے بعد پھر اس نظام کو بدلنے کی طرف لوٹے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید بھی اصولی طور پر اس امکانی خطرہ کے پیش نظر فرماتا ہے کہ:

تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (آل عمران:141)

یعنی قوموں کے حالات میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے۔“اس لئے ہوشیار ہو جاؤ۔

نیز فرماتا ہے:

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (الحشر:19)

یعنی انسان کو چاہئے کہ جب وہ کوئی کام کرنے لگے تو اس کے تمام امکانی نتائج اور مستقبل کے حالات کو سامنے رکھ کر قدم اٹھائے“ تا کہ جلدی میں یا کسی وقتی اثر کے ماتحت کوئی قدم نہ اٹھایا جائے۔

اس سے ظاہر ہے کہ محض کسی وقتی رو میں بہہ کر کوئی قدم اٹھانا یا دوسروں کی کورانہ تقلید کرنا ہرگز دانشمندی کا طریق نہیں ہے۔کون کہہ سکتا ہے کہ پاکستان کو کبھی جنگ پیش نہیں آئے گی؟ اور پھر فوجیوں میں نسلی اور خاندانی روایات بھی چلتی ہیں اور زیادہ تر فوجیوں کے بچے ہی فوج میں جاتے اور اچھے سپاہی بنتے ہیں فَافْهَمُوْا وَتَدَبَّرُوْا۔

(36) اوپر کے چند مختصر سے نوٹوں میں مَیں نے ”خاندانی منصوبہ بندی“ یا ”برتھ کنٹرول“ کے متعلق اپنی ابتدائی تحقیق کا خلاصہ درج کیا ہے۔لیکن چونکہ یہ ایک نہایت اہم مضمون ہے جس سے مسلمانوں اور خصوصاً پاکستان کے مسلمانوں کی آئندہ ترقی یا (خدانہ کرے) تنزّل پر بھاری اثر پڑ سکتا ہے (اور ظاہر ہے کہ ایسے امور کا اثر قومی زندگی میں آہستہ آہستہ ہی ظاہر ہوا کرتا ہے) اس لئے میں اپنے ان نوٹوں کو آخری صورت دینے سے قبل انہیں موجودہ ابتدائی حالت میں ہی شائع کر رہا ہوں تا کہ مجھے بھی مزید غور کا موقع مل سکے۔اور جو ہمدردانِ ملک وملت اس بارے میں کچھ خیال ظاہر کرنا چاہیں ان کے خیالات کا بھی مجھے علم ہو جائے۔چونکہ میں نے بچپن سے ہی خالصۃً مذہبی ماحول میں پرورش پائی ہے اس لئے طبعاً میرے ان نوٹوں میں مذہبی نظریات کا عنصر غالب ہے۔لیکن چونکہ اسلام نے اپنے حکیمانہ نظام میں دوسرے پہلوؤں کو بھی نظرانداز نہیں کیا اس لئے میرے یہ نوٹ کسی قدر ان پہلوؤں کی چاشنی سے بھی خالی نہیں۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس اہم مضمون کو ایسی صورت میں مکمل ومرتب کرنے کی توفیق دے جو پاکستان کے لئے بہترین نتائج کی حامل ہو۔

وَمَاتَوْفِيْقِي اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ

(محررہ 5 نومبر 1959ء)

(روزنامہ الفضل ربوہ 14 نومبر 1959ء)

آج کی دعا

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَسْمَعُ كَلَامِيْ وَتَرٰى مَكَانِيْ وَتَعْلَمُ سِرِّيْ وَعَلَانِيَتِيْ لَايَخْفٰى عَلَيْكَ شَيْءٌ مِّنْ اَمْرِيْ اَنَا الْبَآئِسُ الْفَقِيْرُ الْمُسْتَغِيْثُ الْمُسْتَجِيْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِهٖ اَسْئَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمِسْكِيْنِ، وَاَبْتَهِلُ اِلَيْكَ اِبْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِيْلِ، وَاَدْعُوْكَ دُعَآءَ الْخَآئِفِ الضَّرِيْرِ مَنْ خَشَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهٗ، وَفَاضَتْ لَكَ عَيْنَاهُ، وَذَلَّ لَكَ جَسَدُهٗ، وَرَغِمَ اَنْفُهٗ لَكَ، اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ بِدُعَآئِكَ شَقِيًّا وَّكُنْ بِيْ رَءُوْفًا رَّحِيْمًا يَّا خَيْرَ الْمَسْئُوْلِيْنَ وَيَاخَيْرَ الْمُعْطِيْنَ

(الدعاء للطبرانی جلد 1 صفحہ 174)

ترجمہ: اے اللہ! تو میری باتوں کو سن رہا ہے اور میرے حال کو دیکھ رہا ہے۔میرے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے۔میری کوئی بات تجھ سے چھپی نہیں۔اور میں ایک بد حال فقیر اور محتاج ہی تو ہوں۔فریاد کنندہ پناہ کا طالب ہوں۔خوف زدہ ہوں۔لرز رہا ہوں۔اپنے گناہوں کا پورا پورا اقرار کرتا ہوں۔میں تجھ سے ویسے سوال کرتا ہوں جس طرح مسکین سوال کرتا ہے۔تیرے سامنے ذلیل مجرم کی طرح گڑگڑاتا ہوں اور تجھ کو پکارتا ہوں جیسا ایک مصیبت زدہ ڈرنے والا پکارتا ہے اور اس کی طرح پکارتا ہوں جس کی گردن تیرے سامنے جھکی ہوئی ہو اور جس کے آنسو جاری ہوں اور جس کا سارا جسم تیرے سامنے ذلیل پڑا ہو اور اس کی ناک خاک آلود ہو۔اے اللہ! تو مجھے اپنے حضور دعا کرنے میں بدنصیب نہ ٹھہرا دینا۔اور میرے ساتھ مہربانی اور رحم کا سلوک فرمانا۔اے وہ جو سب سے بڑھ کر التجاؤں کو قبول کرتا اور سب سے بہتر عطا فرمانے والا ہے، میری دعا قبول کر لینا۔

یہ پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کی حجۃ الوداع کے موقع پر میدانِ عرفات میں کی جانے والی دعا ہے۔

آپ ﷺ کی یہ بہت پیاری دعا خشیت وخوفِ الٰہی اور عجز وانکساری کی حسین مثال ہے جس کا لفظ لفظ تقویٰ، تضرع، اللہ تعالیٰ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کے خوف کے رنگوں سے رنگا ہوا ہے۔

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

مرسلہ: (محمد محمود طاہر)

محترم خالد یٰسین صاحب مرحوم آف ماڈل کالونی کراچی حال امریکہ کی یاد میں

پاک طینت، صاف دل باعمل اور متوکل، خادم دین اور نافع الناس، سچا اور کھرا احمدی، والدین کا خدمت گار، لوگوں کا مونس و غم خوار، شفیق باپ، محبت کرنے والا بھائی اور شوہر، واقفین زندگی سے پیار کرنے والا، خلافت کا شیدائی اور ہمارے پیارے دوست مکرم خالد یٰسین صاحب آف ماڈل کالونی کراچی حال ہیوسٹن ٹیکساس امریکہ اچانک حرکت قلب بند ہوجانے سے پُرسکون حالت میں 13اگست 2020ء کو 61 سال کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

ربع صدی سے میرا ان سے تعلق تھا۔شادی کے بعد پہلی بار ہم جولائی 1994ء میں کراچی گئے۔ بڑے بھائی کی رہائش ماڈل کالونی میں تھی۔مکرم خالد یٰسین صاحب اپنے والدین کے ہمراہ ماڈل کالونی میں رہائش پذیر تھے۔ ان سے تعارف کیا ہوا کہ مستقل تعلق کی ڈور میں بندھ گئے۔ اپنے گھر ہماری دعوت بھی کی اور پھر تادم واپسیں تعلق رکھا۔آپ سے گفتگو اور تعلق کا محور تو احمدیت، خلافت، مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ،خطبات خلفاء کے نکات اور جماعت و احباب جماعت سے محبت کا اظہار ہی ہوتا تھا۔

اگر کوئی پوچھے کہ احمدیت نے دنیا میں کیا روحانی انقلاب پیدا کیا تو اس کی ایک زندہ مثال مکرم خالد یٰسین صاحب اور انکی فیملی تھی۔ آپ کے والد محترم محمد یٰسین صاحب ایک کٹر مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ کئی سال کی تحقیق کے بعد 1960ء میں آغوش احمدیت میں آئے جب کہ مکرم خالد یٰسین ابھی ایک سال کے تھے۔احمدیت نے انکے اندر ایک عظیم روحانی انقلاب برپا کر دیا۔احمدیت کے بارہ میں جو پڑھا، جو خلفاء سے سنا اس پر عمل کر کے دکھایا۔ وہ ایک کھرے، سچے اور بے باک و نڈر احمدی تھے۔ اسی نہج پر انہوں نے اپنے بیٹے مکرم خالد یٰسین صاحب اور اپنی بچیوں کی تربیت کی اور انہیں صاف اور کھرا احمدی بنا دیا۔

مکرم خالد یٰسین صاحب احمدیت کے قالب میں ڈھلے ہوئے وجود تھے ان کا اوڑھنا بچھونا، پڑھنا لکھنا، کہنا سننا سب کچھ احمدیت تھا۔مضبوط تعلق باللہ، جماعتی لٹریچر سے گہری واقفیت، علم کی جستجو اور نور احمدیت سے دوسروں کو منور کرنے کی تڑپ اور لگن، اصلاح احوال اور خلافت احمدیہ سے چمٹے رہنے کی دھن اور اسی دامن سے اپنے قریبیوں کو وابستہ کرنے کی سعی پیہم مکرم خالد یٰسین صاحب کے مشاغل اور محاسن تھے۔ آپ کے اچانک رخصت ہونے پر جہاں آپ کے چاہنے والے اور وسیع حلقہ احباب رنجیدہ ہیں وہاں وہ آپ کے اوصاف حمیدہ کے بیان پر رطب اللسان ہیں۔

جماعت احمدیہ ہیوسٹن امریکہ کے سیکرٹری تربیت محترمی خالد یٰسین صاحب 3 جون 1959ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ کراچی سے ہی تعلیم حاصل کی۔ ایف ایس سی کے بعد 1977ء میں PIA میں آپرنٹس بھرتی ہوگئے۔ترقی کر کے ٹیکنیشن ہوئے اور Avionics اور Aerospace کے امتحانات پاس کر کے ایئر کرافٹ انجینئر ہوگئے اور 2014ء میں PIA سے ریٹائرمنٹ لیکر امریکہ سیٹل ہوگئے۔ امریکہ میں بھی آپ کو اپنے شعبہ کی ملازمت ہیوسٹن ایئر پورٹ پر مل گئی۔PIA میں ملازمت کی بدولت آپ کو دنیا کے کئی ممالک کی سیر و سیاحت کا موقع ملا لیکن لندن آپ دربار خلافت میں حاضری کے لئے کھچے چلے جاتے تھے اور جماعتی خدمت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔مکرم امیر صاحب کراچی کو لندن جانے کی اطلاع کرتے تا کوئی ڈاک یا ضروری سامان حضرت صاحب کے لئے ہے تو وہ لے جائیں اور اپنے سفر کو مبارک کریں۔

برادرم محمد ساجد قمر صاحب سابق زعیم اعلیٰ انصار اللہ ماڈل کالونی کراچی حال کرائیڈن لندن بیان کرتے ہیں کہ مکرم خالد یٰسین صاحب سے میرا چالیس سال پرانا تعلق تھا جب ہم ڈرگ روڈ میں اکٹھے تھے اور پی آئی اے میں بھی دونوں شعبہ انجینئرنگ سے وابستہ تھے پھر جب مکرم خالد یٰسین صاحب انصار اللہ میں داخل ہوئے تو میں زعیم اعلیٰ انصار اللہ تھا اور رہائش بھی ماڈل کالونی میں قریب قریب تھی۔ آپ کے والد مکرم یٰسین صاحب نمازوں اور چندوں میں بہت باقاعدہ تھے اور اسی طرح مکرم خالد یٰسین صاحب بھی نمازوں اور چندوں میں نہ صرف باقاعدہ بلکہ شرح کے ساتھ اور ذوق شوق کے ساتھ چندے ادا کرتے تھے۔ نماز عصر اور مغرب پر اپنے چھوٹے بچوں کو مسجد ساتھ لے آتے۔ توکل علی اللہ کے خاص مقام پر فائز تھے اور ایک نڈر احمدی تھے۔ جب بھی ان سے بات ہوتی تو کہتے ہماری کیا حیثیت ہے سب کچھ جماعت کی برکتوں کی وجہ سے ہے۔ آپ کا ایک خاص جملہ تھا کہ ہم سب جماعت کی وجہ سے رزق پا رہے ہیں۔ دین میں ایک باعمل انسان تھے۔ خدمتِ خلق کے لئے ہر وقت تیار رہتے۔ کسی کو کہیں لیکر جانا یا لانا ہوتا تو تیار رہتے۔ ایئر پورٹ پر لوگوں کو اکثر کام پڑجاتے تو آپ ان کی مدد کرتے۔

محترم سید منیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ گلشن جامی کراچی جن کے ساتھ آپ کا نصف صدی کا تعلق تھا وہ آپ کے محاسن کا ذکر کرتے ہوئے مجھے بتاتے ہیں کہ ستر کی دہائی میں ہمارا قیام ڈرگ روڈ کی جماعت میں تھا اور قریبی جماعت ڈرگ کالونی بھی خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ کے ساتھ ایک ہی مجلس ہوا کرتی تھی اور ہم 1984ء تک وہاں رہے۔ اسی دور میں مکرم محمد یٰسین صاحب اور ان کے بیٹے مکرم خالد یٰسین صاحب سے ملاقات رہتی۔ بعد ازاں ہم ماڈل کالونی آگئے اور کچھ عرصہ بعد ان کا گھرانہ بھی آگیا۔ مکرم خالد صاحب کی طبیعت میں سادگی، بے ساختگی اور دوستی کا رنگ بھرا ہوا تھا۔ ان کے والد صاحب نے عین جوانی میں تحقیق کے بعد بیعت کی اور اپنے خاندان میں واحد احمدی تھے۔ مکرم خالد صاحب اکثر کہتے کہ ہمارا خاندان تو جماعت کے افراد ہی ہیں۔ اپنے رشتہ دار تو ملنا گوارا ہی نہیں کرتے۔

آپ خاکسار سے عمر میں چند سال بڑے تھے مگر ہمیشہ ایسا تعلق رکھا کہ ہم عمر دوست ہوں۔ اگر کبھی کوئی بات نامناسب لگتی تو اس کا دیانت داری سے اظہار کرتے۔ نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد کو ترجیح دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ جب امریکہ منتقل ہوگئے تو اکثر فون کرتے اور یہ ذکر کرتے کہ

میں نے ایسی جگہ گھر لیا ہے جو مسجد کے قریب ہے۔

خلافت سے اس حد تک ذاتی تعلق تھا کہ وہ بیان کیا کرتے تھے کہ ایک بار پریشانی کے عالم میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں فون پر دعا کی درخواست کے لئے رابطہ کیا تو مکرم خالد صاحب بتاتے تھے کہ اچانک حضورؒ کی آواز آئی کہ ہاں ان سے بات کروادیں میں ان کو جانتا ہوں۔ اس کے بعد حضور سے بات ہوئی اور والدین اور بہنوں کے بارہ میں اس طرح دریافت کیا جس طرح کوئی خاندان کا بزرگ پوچھا کرتا ہے۔

کراچی میں، پی آئی اے میں ملازمت کی وجہ سے اکثر ان کو یوکے جانے کا موقع بھی ملتا۔ ایسے موقع پر وہ مکرم امیر صاحب ضلع کراچی کو اطلاع کرتے اور جماعتی ڈاک لے جانے اور وہاں سے لانے کی خدمت کرنے پر خوشی کا اظہار کرتے۔ مکرم چوہدری احمد مختار صاحب مرحوم امیر جماعت کراچی اور مکرم نواب مودود احمد خان مرحوم امیر جماعت کراچی سے بھی ذاتی تعلق رکھا۔

نومبائعین کے لئے ان کے دل میں ایک خاص مقام تھا۔ 2019ء میں ان کے ساتھ امریکہ میں ایک نومبائع، جن کی اہلیہ غیر احمدی ہیں، کراچی اپنے کسی کام سے آنے لگے تو خاکسار کو ان کا تمام پس منظر بتایا اور کہا کہ ان کو جمعہ کی نماز کے لئے رابطہ کروادیں۔ پھر جب وہ دوست کراچی آئے تو خاکسار کے گھر پر ملنے آئے اور خالد صاحب کی بہت تعریف کرتے رہے۔ اور اس امر کا اظہار کیا کہ مکرم خالد صاحب ان کا ہر طرح خیال رکھتے ہیں۔

لوگوں کی ہمدردی اور انکی خدمت کا تذکرہ کرتے ہوئے ماڈل کالونی کے سابق زعیم اعلیٰ مکرم طاہر محمود صاحب (موجودہ زعیم اعلیٰ ملیر کالونی کراچی) بیان کرتے ہیں کہ مکرم خالد یٰسین صاحب مجلس ماڈل کالونی کے فعال ممبر انصار اللہ تھے اور آپ عاملہ میں کئی سال منتظم تعلیم کے طور پر خدمت کرتے رہے۔ ہمارا بہت قریبی تعلق تھا۔ جب میرے والد محترم کا 2011ء میں انتقال ہوا تو بوجہ موصی ہونے کے انکی میت PIA کے ذریعہ ربوہ لے جائی گئی۔ مکرم خالد یٰسین صاحب ایئر پورٹ پر آئے اور پھر جہاز میں جا کر میت دیکھ کر آئے اور مجھے آکر تسلی دی کہ سب ٹھیک ہے۔ جب خاکسار والد صاحب کی تدفین کے بعد بہشتی مقبرہ سے باہر آرہا تھا تو مکرم خالد یٰسین صاحب کا مجھے فون آیا اور انہوں نے کہا کہ مبارک ہو! میں نے پوچھا کس بات کی مبارک دے رہے ہیں؟ تو کہنے لگے کہ آپ اپنے والد محترم کو بہت

اعلیٰ مقام پر چھوڑ آئے ہیں۔ انکی یہ مبارک باد مجھے بہت بھلی لگی۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریقِ رحمت کرے۔ آمین۔

مربیان کرام سے بہت تعلق رکھتے اور ان کے احترام کے ساتھ اس سے اکتسابِ علم بھی کرتے تھے۔ مکرم وسیم احمد شمس صاحب مربی سلسلہ جو 1993ء تا 1998ء ماڈل کالونی کراچی متعین رہے وہ خالد یٰسین صاحب کے محاسن کا تذکرہ کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ ماڈل کالونی کراچی قیام کے دوران مکرم خالد صاحب مرحوم کے ساتھ ایک خادم کی حیثیت سے گہرا تعلق رہا۔ ان کے والد خود احمدی ہوئے جس پر باقی ساری فیملی نے آپ سے ناطہ توڑ لیا۔ انکے والد اُن مثالی نومبائعین میں سے تھے جو حقیقی طور پر احمدیت کو سمجھ کر قبول کرتے اور پھر اپنے وجود کو تعلیمات سلسلہ کے مطابق ڈھال لیتے ہیں۔ خالد کی تربیت بھی انہوں نے انہی بنیادوں پر کی تھی۔ وہ اپنے ہم عمروں میں سب سے مختلف مزاج رکھتا تھا۔ خدام کے سارے پروگراموں میں شریک ہوتا لیکن اس کا رویہ کبھی بھی نوجوانوں والا نہ تھا۔ بزرگ لڑکا، کم گو، حلیم المزاج، مسکراتا ہوا، سب سے نہایت نرمی، خوش اخلاق روا رکھنے کا عادی۔ اپنے ہم عمروں میں اجلاسات، وقارعمل، پکنک جیسے مواقع پر کبھی بھی اس میں کوئی غیرمعتدل رویہ مشاہدہ نہیں کیا گیا۔ خدام الاحمدیہ کی تمام تنظیمی میٹنگز میں مربی کو ضرور شامل کیا جاتا۔ خالد بھی ہمیشہ ہی عاملہ کا ممبر ہوتا۔ انگریزی کا ایک محاورہ ہے جو دوستوں سے بچھڑتے ہوئے اس وقت بولا جاتا ہے جب دوبارہ ملنے کی امید کم ہو۔ Only the goods die young گویا مزاح کے رنگ میں اپنے دوست سے کہا کہ جوانی کی موت اچھے لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ تم اتنے اچھے نہیں کہ جلد مرجاؤ۔ خالد کی وفات کا سُن کر فوراً میرے دماغ میں یہ محاورہ گھوم گیا۔ خاکسار کا ایک بچہ پیدائش کے چند دن بعد فوت ہو کر کراچی کے قبرستان میں مدفون ہے۔ جب بھی خالد کی والدہ قبر پر دُعا کے لئے جاتے تو میرے بیٹے کی قبر پر ضرور جاتے دُعا کرتے اور قبر کی دیکھ بھال کرتے اور واپس آکر مجھے فون پر سب کچھ بتاتے۔ تادم واپسیں خالد یٰسین صاحب نے مجھ سے رابطہ رکھا اور وہ ہمیشہ علمی اور تربیتی باتیں میرے ساتھ شیئر کیا کرتے تھے۔''

خالد یٰسین صاحب نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق قائم کر رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل توکل تھا اور اس کے ساتھ وفا کرتے رہے۔ نماز باجماعت کے شروع سے عادی تھے جہاں بھی رہے اپنی مسجد سے مضبوط تعلق رکھا۔ آپ اپنے تمام پروگرام نماز باجماعت کو مدنظر رکھتے ہوئے بناتے تھے۔ اپنے بچوں کو بھی یہی کہتے کہ اپنے پروگرام نمازوں کے مطابق شیڈول کریں تا آپ مسجد جاکر نماز پڑھیں۔ پہلے مسجد جائیں پھر دوسرے پروگرام رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس قدر یقین تھا کہ آپ ہمیشہ گھر والوں کو یہی تلقین کرتے کہ ہمارے لئے دعا ہی سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ اگر عزیزوں، دوستوں، احباب جماعت میں کوئی جھگڑے کی کیفیت پیدا ہوتی تو آپ انکو حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی یہ نصیحت دہراتے کہ کوئی بھی بڑا اقدام اٹھانے یا فیصلہ لینے سے پہلے انکے لئے پہلے چالیس روز تک دعا کریں۔ جب امریکہ آگئے تو اپنا گھر مسجد کے قریب لیا اور آپ روزانہ مسجد جاتے اگر ملازمت کی وجہ سے کوئی باجماعت نماز نہیں ملی تو نوافل کی ادائیگی کے لئے مسجد چلے جاتے۔ مسجد کے کارپٹ کی صفائی سعادت سمجھتے ہوئے کرتے۔ آپ کے بیٹے راشد یٰسین کہتے ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی دن ایسا ہو جس دن آپ مسجد نہ گئے ہوں۔ آپ اپنے بچوں کو ہمیشہ نصیحت کرتے تھے کہ اگر ہم خدا کے گھر کو آباد رکھیں گے تو خدا ہمارے گھر کو آباد رکھے گا۔ آپ سیکرٹری تربیت کے طور پر ہیوسٹن میں خدمت بجا لارہے تھے آپ احباب جماعت کے ساتھ مسلسل رابطہ رکھتے اور انہیں مسجد کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرتے اور نمازوں کی طرف توجہ دلاتے۔

آپ خلافت کے شیدائی تھے۔ نہ صرف خود بلکہ اپنے بیوی بچوں عزیزوں اور احباب کو شمع خلافت کا پروانہ بنے رہنے کی سعی کرتے رہے۔ پاکستان سے باقاعدگی سے لندن جاتے اور حضرت خلیفۃ المسیح کی ڈاک اور سامان ساتھ لے جانے کو سعادت گردانتے۔ حضرت صاحب کا خطبہ امریکہ میں صبح کے وقت آتا آپ سب بچوں کو بیدار کرکے لائیو خطبہ سننے کا باقاعدہ انتظام کرتے تھے۔ آپ کے بیٹے راشد بتاتے ہیں کہ 2013ء میں میں کچھ عرصہ کے لئے آپ کے ساتھ لندن آیا تو خصوصی درخواست کر کے میری دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں خدمت پر ڈیوٹی لگوائی اور پھر مجھ سے روز پوچھتے بھی رہے۔ آپ کی بہن قدسیہ بیان کرتی ہیں کہ خالد بھائی نے ہم دونوں بہنوں کو جائے نماز تحفہ میں دیئے جن پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے نماز پڑھی ہوئی تھی یہ خلافت کے ساتھ عشق، محبت اور وفا کے مختلف انداز تھے جو آپ نے اپنا رکھے تھے۔

اپنے والدین کی اطاعت اور انکی خدمت میں کمربستہ رہے۔ آپ کی بہن قدسیہ یٰسین صاحبہ کہتی ہیں کہ مجھے اپنے بھائی کا یہ جملہ بہت پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کی اطاعت کا حکم دیا ہے یہ نہیں فرمایا کہ اس اس طرح کے والدین کی اطاعت کرو۔ اس لئے غیرمشروط اور مسلسل اطاعت والدین کرنی ہے۔ الحمدللہ کہ بھائی نے اس پر عمل کرکے دکھایا۔ آپ کو نوجوانی میں ہی PIA میں ملازمت کی وجہ سے مغربی ممالک جانے کا اتفاق ہوتا رہا لیکن آپ نے وہاں منتقل ہونے کا نہیں سوچا کیونکہ والدین کراچی میں تھے۔ آپ کے والد صاحب پاکستان کے نامساعد حالات کی وجہ سے چاہتے تھے کہ امریکہ شفٹ ہو جائیں لیکن امریکہ آکر یہاں کا ماحول اور موسم پسند نہ آیا تو واپس آگئے۔ آپ کی ہمشیرہ ثروت ملک بیان کرتی ہیں کہ خالد بھائی نے اپنی امیگریشن کی کارروائی کو ہمیشہ طول دیا صرف اس وجہ سے کہ ابا جان کے ساتھ کراچی میں رہیں۔ 2010ء میں ابا جان کی وفات کے بعد امیگریشن کی کارروائی کو آپ نے متحرک کیا اور پھر 2014ء میں امریکہ منتقل ہوگئے۔

اپنی بہنوں کے ساتھ مثالی تعلق رکھا۔ بہنیں دونوں چھوٹی تھیں انکا بہت احترام کرتے۔ اپنی قدسیہ بہن کو باوجود چھوٹی ہونے کے باجی کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ کی بہن ثروت ملک بیان کرتی ہیں کہ ہم بہنوں کے پاس جب آتے کوئی سوغات ضرور لیکر آتے۔ 1997ء میں ہماری والدہ کی وفات ہوئی تو ہم دونوں بہنیں بیرون ملک تھیں اور پاکستان نہ آسکیں تو بھائی ہم دونوں کو دلاسہ اور حوصلہ دینے کیلئے خاص طور پر پاکستان سے امریکہ آئے اور ہمارے لئے اس موقع پر الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ کی انگوٹھیاں لائے جو ہمارے لئے موجب ڈھارس ہوئیں۔ جب ملاقات ہوتی تو آپ ہمیں کسی کتاب کا تحفہ بھی ضرور دیتے اور پڑھنے کی تلقین کرتے تھے۔ آپ کی بہن قدسیہ بتاتی ہیں کہ میں 1982ء میں تین بار ربوہ گئی اور تربیتی کلاس، اجتماع اور جلسہ سالانہ میں شریک ہوئی۔ ان تینوں سفروں میں خالد بھائی ساتھ رہے۔ یہ یادگار سفر بھائی کی وجہ سے ممکن ہو سکے تھے۔

اپنے سسرال کے ساتھ تعلق بھی مثالی تھا۔ آپ کے والدین کی طرف سے سب عزیز غیر ازجماعت تھے اور بہت مخالف تھے پھر بھی ان کے ساتھ آپ نے رابطہ رکھا اور انکے کام بھی آتے رہے۔ مشکل میں پھنسے ہوئے مختلف ممالک میں موجود پناہ گزین احمدی دوستوں سے آپ مسلسل رابطے میں رہتے تھے اور انکی ہرممکن مدد کرنے کے لئے بھی کوشش کرتے رہتے تھے۔

مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودعلیہ السلام اور خلفاء سلسلہ کا جنون کی حدتک شوق تھا۔ بلاناغہ کتب کا مطالعہ کرتے اور اپنے بچوں کے ساتھ بھی کچھ وقت مطالعہ کتب میں گزارتے۔ Covid-19 کے عرصہ میں مطالعہ کی عادت میں بہت شدت آگئی تھی اور دن کا کثیر حصہ مطالعہ میں گزارتے۔ مطالعہ کے دوران آپ مشکل الفاظ پر نشانات لگاتے اور پھر انکا حل نکالتے یا دوست مربیان سے ان کے بارہ میں استفسار کرلیا کرتے تھے۔ مجھ سے بھی بارہا کئی حل اشکال کے لئے رابطہ کیا اور بہت سے مربیان سے اکتساب علم کرتے رہتے تھے۔

مطالعہ کتب کی شمع جو آپ کے سینہ میں روشن تھی آپ نے اس کو اپنے بچوں اور اردگرد احباب میں بھی روشن کیا۔ کتب کا تحفہ دینا آپ کا مشغلہ تھا۔ آپ کی بہن قدسیہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت مصلح موعودؓ کی کتاب ''ذکر الٰہی'' کا بھائی کی زندگی پر بڑا گہرا اثر تھا۔ خدا کا قرب اور محبت پانے کے گر آپ نے اس کتاب سے سیکھے اور اس کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا اور ہمیں بھی اس کے بارہ میں توجہ دلاتے تھے۔ مطالعہ کتب کی عادت اور علم کی جستجو کے حوالہ سے ماڈل کالونی کراچی سے تعلق رکھنے والے ہمارے محترم مربی عزیزم راجہ برہان احمد صاحب استاد جامعہ احمدیہ یوکے خالد یٰسین صاحب کے بارہ میں اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ خاکسار کی والدہ محترمہ انیسہ رشید احمد صاحبہ اور خالد بھائی کی والدہ محترمہ شمیم اختر صاحبہ گہری دوست تھیں اور متفرق جماعتی کام مل کر کیا کرتی تھیں۔ ان کا ہمارے گھر اور ہمارا ان کے گھر آنا جانا سگے رشتہ داروں کی طرح تھا اور رشتہ احمدیت کا تھا جو سب سے بڑھ کر ہے۔ خالد بھائی بچپن میں تو میرے بڑے بھائی کی طرح تھے لیکن خاکسار کے جامعہ احمدیہ میں داخلے کے بعد ان کا مجھ سے ادب و احترام کا تعلق ہوگیا۔ جب بھی خالد بھائی ربوہ آتے کوشش کرکے مجھ سے ملنے ضرور آتے۔ وقت کے ساتھ ساتھ مجھے اس بات کا بھی علم ہوا کہ خالد بھائی جب بھی اپنی PIA کی ڈیوٹی کے سلسلہ میں فیصل آباد، لاہور یا اسلام آباد آتے تو ربوہ کا چکر لگاتے اور بڑے اہتمام کے ساتھ جماعتی دفاتر جاتے اور ماڈل کالونی نیز کراچی کے مختلف احباب کا اگر کوئی دفتری کام ہوتا تو بخوشی کرتے۔

خالد بھائی کی خوش مزاجی، ملنسار طبیعت اور دیگر اعلیٰ اخلاقی خوبیوں کا تو اکثر کو علم ہے لیکن ان کی علم دوست شخصیت ہونے کے بارے میں شاید زیادہ دوست احباب نہ جانتے ہوں۔ بہت گہرا اور باقاعدہ مطالعہ کے عادی تھے۔ ویسے تو جب بھی ان سے ملاقات ہوتی کوئی نہ کوئی علمی بات یا سوال ضروری موضوع گفتگو آتا۔ عمدہ کتب اپنے پاس رکھتے اور انہیں پڑھتے نیز مختلف مواقع پر آپ ایسی کتب جماعتی لائبریریوں کو بھی مہیا کرتے۔ جامعہ احمدیہ ربوہ اور جامعہ احمدیہ برطانیہ کے لئے بھی چند کتب بھجوائیں۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے ہی ''قصیدہ بنام خیرالانام'' کی پی ڈی ایف بھجوائی جو جناب قمراجنالوی صاحب کا شاہکار قصیدہ ہے اور ساتھ لکھا کہ اپنے سسرالیوں پہ دباؤ ڈالیں کہ '' قصیدہ بنام خیرالانام'' کسی طرح اس کلام کے شایانِ شان طبع کروائیں۔ خاص طور پر قصیدہ کے ان اشعار کی تصویر بھیجی:

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ہر حکم ترا صورتِ خورشید علم ہے
ہر بات تری لوحِ زمانہ پہ رقم ہے
کوثر سے لبِ خامہ کو دھولوں تو کروں ذِکر
حقّا کہ تِرا ذکر ہی معراجِ قلم ہے

خاکسار اپنی کم علمی یا سستی کی وجہ سے کبھی کسی سوال کا جواب دینے میں یا مطلوبہ چیز مہیا کرنے میں دیر کر دیتا تو نہایت پیارے انداز میں اکثر فون کر کے یا میسج کے ذریعے توجہ دلاتے جس کی مثال خالد بھائی کا 23مارچ 2019 کا میسج ہے جس میں واقفین زندگی کے لئے آپ کے دل میں جو مقام تھا اس کا بھی اظہار ہے اور تحریر میں آپ کا وسیع مطالعہ اور حس مزاح کا رنگ بھی ہے۔ آپ لکھتے ہیں آپکے جواب دینے کا بہت بہت شکریہ دراصل اگر آپ یاد کریں تو اس سے بھی پہلے میں نے براہین احمدیہ میں سے ایک سوال آپ سے پُوچھا تھا جو کہ ہنوز باقی ہے۔ جیسے کسی ملک کی اگر اقلیتی برادری اپنے حکمرانوں سے خوش ہے تو اسکا مطلب ہے کہ وہ حکمران باقی رعایا کا بھی مقدور بھر خیال رکھتے ہوں گے یا جیسے قرآن میں یتیموں کے حقوق کا خیال رکھنے پہ بے حد زور ہے، اس لئے کہ جو یتیموں کا خیال رکھ سکتا ہے وہ ہر خاص و عام کی بھرپور دیکھ بھال کرسکتا ہے۔

ان تمام باتوں کا مدعا یہ ہے کہ ہم جیسے چھوٹے لوگوں کا خیال رکھا کریں تو آپ کا وقف جو کہ فوق العظیم ہے وہ اللہ تعالیٰ یقیناً کماحقہ ادا کرنے کی سعادت دن رات بڑھاتا رہے گا اِنشاءاللہ۔ آپ تو ماشاءاللہ ان چند خوش قسمت خاندانوں میں سے ہیں کہ خلیفہ وقت نے خود آپ کے گھر آنے کی خواہش کا اظہار کیا اور آپکو یہ اعزاز بھی بخشا کہ آپ کے گھر اس دھرتی پہ خدا تعالیٰ کا نائب رونق افروز بھی ہوا۔ فالحمدللہ علی ذلک۔‘‘

بات خالد بھائی کی علم دوستی کی ہو رہی تھی تو مجھے یاد آیا کہ ایک حوالہ سری نگر کشمیر محلہ خانیار میں حضرت عیسی علیہ السلام کے مزار کے بارے میں خالد بھائی نے مہیا کیا تھا جو ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے پروگرام راہ ھُدیٰ میں دکھایا بھی گیا۔

خاکسار کو اکثر کوئی اہم مضمون، پروگرام یا کوئی بھی علمی بات چاہے اس کا تعلق دین سے ہو یا دنیا سے ضرور شئیر کرتے۔ ایسے پیغامات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ یہاں صرف ایک اور موضوع کا ذکر کر دیتا ہوں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے حوالے سے صفات باری تعالیٰ کے کسی پہلو پر بات ہو رہی تھی تو بڑی محنت سے تلاش کر کے 7مارچ 2019ء کو یہ لسٹ بھیجی ۔’’نُور کے موضوع پہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے خطبات کی تواریخ : ۱۹ جنوری ۱۹۹۰ ، ۱۱ نومبر ۱۹۹۴ ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۵ ، ۱۰ نومبر ۱۹۹۵ ، ۲۴ نومبر ۱۹۹۵ ، ۲۱ جون ۲۰۰۲ ، ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۲ ‘‘

خالد بھائی کی اچانک وفات نے ان کے تمام ملنے والوں کو حیران اور افسردہ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

خالد یٰسین صاحب نے اپنے بچوں کی بہت عمدہ طریق سے تربیت کی۔ انہیں پیار محبت کے ساتھ سمجھانے کا انداز اپنایا۔ انہیں اچھے سکولز میں داخل کیا تا اچھے احمدی بن کر خدمت کرسکیں۔ انکو جماعت اور خلافت کے ساتھ مضبوطی سے جوڑ دیا۔ پاکستان میں رہتے ہوئے کبھی فیملی کے ساتھ اور کبھی اپنے بیٹے راشد کے ساتھ ربوہ آیا کرتے تھے تا انکا جماعت کے ساتھ پختہ تعلق قائم ہو جائے۔ ربوہ میرے گھر بھی تشریف لاتے رہے۔ بچوں کو مسجد ساتھ لیکر جانا۔ تمام جماعتی پروگرامز میں شریک کرنا آپ کی تربیت کا انداز تھے۔ تقریباً ایک گھنٹہ روزانہ بچوں کے ساتھ مطالعہ کتب سلسلہ کرتے تھے جو تربیتِ اولاد کا بہت عمدہ طریق ہے۔ آپ کے تینوں بچے اللہ کے فضل سے نظامِ وصیت سے منسلک ہیں۔

خالد یٰسین صاحب کی شادی 1991ء میں کوئٹہ میں نسیم ملک صاحب کی بیٹی سلمٰی صاحبہ سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹا راشد یٰسین اور دو بیٹیاں عاصمہ اور ثاقبہ عطا کیں۔ آپ کے سسر نسیم ملک صاحب حضرت مولوی قدرت اللہ سنوری صاحب کے نواسے ہیں۔ خالد یٰسین صاحب کی بیٹی کا 15اگست کو نکاح ہونے والا تھا جس کی تیاریوں میں آپ مصروف تھے لیکن عمر نے وفا نہ کی۔

آپ تمام عمر ہی کسی نہ کسی رنگ میں جماعتی خدمت کرتے رہے۔ وفات کے وقت آپ سیکرٹری تربیت جماعت احمدیہ ہیوسٹن امریکہ کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ قبل ازیں آپ ہیوسٹن میں نائب زعیم انصار اللہ بھی رہے۔ کراچی میں سیکرٹری تعلیم اور سیکرٹری تربیت نومبائعین کے طور پر خدمت کرتے رہے۔ اس لحاظ سے آپ کا نومبائعین سے بہت مضبوط اور پیار محبت والا تعلق تھا۔

13اگست 2020ء ہمارے پیارے دوست اور فدائی احمدی خالد یٰسین صاحب کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ۔ اگلے روز آپ کی نماز جنازہ مکرم رضوان خان صاحب مربی سلسلہ نے پڑھائی۔ آپ اللہ کے فضل سے موصی تھے اور ہیوسٹن کے احمدیہ قبرستان میں آپ کی تدفین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرماتے ہوئے اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے۔ آپ کے لواحقین کو صبر جمیل دے اور بچوں کو آپ کی نیک روایات جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆...☆...☆

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا کی وجہ سے ہمیں اپنی برکات سے حصہ دیتا ہے۔

فرمایا کہ ’’مَیں اپنے متعلق بتاتا ہوں کہ جب بھی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبر پر دعا کرنے کے لئے آتا ہوں مَیں نے یہ طریق رکھا ہوا ہے کہ پہلے مَیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا کیا کرتا ہوں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اور دعا یہ کرتا ہوں کہ یا اللہ! میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جو مَیں اپنے ان بزرگوں کی خدمت میں تحفے کے طور پر پیش کرسکوں۔ میرے پاس جو چیزیں ہیں وہ انہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتیں۔ البتہ تیرے پاس سب کچھ ہے اس لئے میں تجھ سے دعا اور التجا کرتا ہوں کہ تُو مجھ پر احسان فرما کر میری طرف سے انہیں جنت میں کوئی ایسا تحفہ عطا فرما جو اس سے پہلے انہیں جنت میں نہ ملا ہو۔ تو وہ ضرور پوچھتے ہیں کہ یا اللہ یہ تحفہ کس کی طرف سے آیا۔‘‘ (جب اللہ تعالیٰ تحفہ دے گا تو وہ ضرور پوچھیں گے کہ یہ تحفہ کس کی طرف سے آیا) ’’اور جب خدا انہیں یہ بتاتا ہے کہ کس کی طرف سے آیا تو اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور اس طرح دعا کرنے والے کے مدارج بھی بلند ہوتے ہیں اور یہ بات قرآن اور احادیث سے ثابت ہے۔ اسلام کا مسلّمہ اصل ہے اور کوئی شخص اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ دعائیں مرنے والے کو ضرور فائدہ پہنچاتی ہیں۔ قرآن کریم نے بھی فَحَیُّوۡا بِاَحۡسَنَ مِنۡہَاۤ (النساء: 87) کہہ کر اس طرف توجہ دلائی ہے کہ جب تمہیں کوئی شخص تحفہ پیش کرے تو تم اس سے بہتر تحفہ اسے دو۔ ورنہ کم از کم اتنا تحفہ تو ضرور دو جتنا اس نے دیا۔ قرآن کریم کی اس آیت کے مطابق جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے دعا کریں گے اور ان پر درود اور سلام بھیجیں گے تو خدا تعالیٰ ہماری طرف سے اس دعا کے نتیجے میں انہیں کوئی تحفہ پیش کر دے گا۔ ہم نہیں جانتے کہ جنّت میں کیا کیا نعمتیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ تو ان نعمتوں کو خوب جانتا ہے اس لئے جب ہم دعا کریں گے کہ الٰہی! تُو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ایسا تحفہ دے جو اس سے پہلے انہیں نہ ملا ہو تو یہ لازمی بات ہے کہ جب وہ تحفہ انہیں دیا جاتا ہو گا تو ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بھی بتایا جاتا ہو گا کہ یہ فلاں شخص کی طرف سے تحفہ ہے۔ پھر کس طرح ہوسکتا ہے کہ اس علم کے بعد وہ چُپ کر کے بیٹھے رہیں اور تحفہ بھجوانے والے کے لئے دعا نہ کریں۔ ایسے موقع پر بے اختیار ان کی روح اللہ تعالیٰ کے آستانے پر گر جائے گی اور اور کہے گی کہ اے خدا! اب تو ہماری طرف سے اس کو بہتر جزا عطا فرما۔ اس طرح فَحَیُّوۡا بِاَحۡسَنَ مِنۡہَاۤ۔ کے مطابق وہ دعا پھر درود بھیجنے والے کی طرف لوٹ آئے گی اور اس کے درجہ کی بلندی کا باعث ہو گی۔ پس یہ ذریعہ ہے جس سے بغیر اس کے کہ کوئی مشرکانہ حرکت ہو ہم خود بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور قوم بھی فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ گویا قومی اور فردی دونوں فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔‘‘ (مزار حضرت مسیح موعودؑ پر دعا اور اس کی حکمت، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 190 تا 192)

(خطبہ جمعہ 16/ جنوری 2015ء)

طلوع وغروب آفتاب

27 اکتوبر 2020ء

	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:04	17:47
مدینہ منورہ	05:07	17:45
قادیان	05:19	17:43
ربوہ	04:59	17:23
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:18	16:45